نقد و استدراک

مولانا فراہی کا طریقۂ تفسیر

مولانا نسیم ظہیر اصلاحی غازی

ماہنامہ "الرشاد" اعظم گڑھ، اپریل، مئی، جون ۱۹۸۹ء کے مشترکہ شمارہ میں محترم رضی الاسلام ندوی صاحب کا، مولانا حمید الدین فراہی علیہ الرحمہ کی غیر مطبوعہ کتاب "الاحکام الاصول باحکام الرسول" پر ایک تعارفی مضمون نظر سے گذرا۔ مضمون کے شروع میں مدیر الرشاد محترم مولانا مجیب اللہ ندوی کا ایک ادارتی نوٹ اور اندر جگہ جگہ حواشی بھی ہیں، ان کی زبان اور انداز بیان کی وجہ سے کسی طرح یہ یقین کرنے کو جی نہیں چاہتا کہ انھیں حیطۂ تحریر میں لانے والا وہ قلم ہوگا جو "تبع تابعین" "اہل کتاب صحابہ و تابعین" اور "اسلامی فقہ" جیسی بلند پایہ کتابوں کی تصنیف کا کام انجام دے چکا ہو" الرشاد" جیسے موقر علمی رسالہ میں مولانا فراہی علیہ الرحمہ سے متعلق اتنے غلط اور بے بنیاد خیالات کی اشاعت سے مولانا اور ان کے تلامذہ کے بارہ میں غلط فہمیاں پیدا ہوسکتی ہیں، اس لیے وضاحتاً درج ذیل معروضات پیش کی جارہی ہیں، تاکہ حقیقتِ حال منقح ہو کر سامنے آجائے۔

نوٹ میں جن خیالات کا اظہار کیا گیا ہے، گفتگو کے لیے ہم انھیں ذیل میں دفعہ وار درج کیے دیتے ہیں۔

۱۔ مولانا فراہیؒ کی تحریریں مجموعی طور پر مغلق اور غیر واضح ہوتی ہیں۔

۲۔ مولانا کی تحریروں سے ذخیرۂ حدیث کے سلسلہ میں تشکیک کا ذہن پیدا ہوتا ہے۔

۳۔ مولانا کے شاگرد خاص مولانا امین احسن اصلاحی کو اسی تشکیکی ذہن کی وجہ سے اپنی تفسیر میں آثار و احادیث سے استفادہ کی توفیق بہت کم ملی ہے۔

۴۔ پورا ذخیرۂ حدیث قرآن مجید کی تفسیر ہے مگر فراہی اسکول کے لوگ اس کو بھی تفسیری روایات پر قیاس کرتے ہیں اور ذخیرۂ حدیث سے استفادہ نہیں کرتے۔

۵۔ یہ لوگ اپنے قصور فہم کی وجہ سے ذخیرۂ حدیث سے استفادہ کے بجائے جاہلی دور کے مشکوک کلام سے استدلال کرنا زیادہ پسند کرتے ہیں۔

۱۔ پہلی دفعہ کے متعلق عرض ہے کہ جن اہل علم حضرات نے مولانا فراہیؒ کی کتابوں کا بالاستیعاب

اور بغور مطالعہ کیا ہے اور مولانا علیہ الرحمہ کے طرز تحریر سے واقف ہیں وہ بغیر کسی خوفِ تردید کے شہادت دیں گے کہ مولانا کی تحریریں نہ تو مغلق ہوتی ہیں اور نہ ہی غیر واضح، اگر کہیں کوئی اشکال پیش بھی آتا ہے تو اس کا تعلق مولانا کی ان تحریروں سے ہے جو نامکمل ہیں یا جن پر نظر ثانی کا مولانا کو موقع نہیں ملا۔ یہ بات کسی بھی عالم اور مصنف کی ناتمام یا غیر نظر ثانی شدہ تحریروں میں دیکھی جا سکتی ہیں، مثلاً علامہ ابن رشد کی مشہور زمانہ کتاب "بدایۃ المجتہد" کو لے لیجئے، اس کی جلد اول چونکہ نظر ثانی شدہ ہے اس لیے اس میں کوئی اغلاق و اغماض نہیں ہے، جبکہ اس کی دوسری جلد، جس پر نظر ثانی نہیں ہو سکی ہے، جگہ جگہ اس کی عبارتوں میں اغلاق، اغماض اور تعقید ہے۔

مولانا فراہی علیہ الرحمہ کے یہاں جس درجہ کا علمی تبحر، دقتِ نظر اور تدبر و تفکر پایا جاتا ہے، اتنا ہی ان کی تحریریں ایجاز، اختصار اور جامعیت کی آئینہ دار ہوتی ہیں، چنانچہ علامہ سید سلیمان ندویؒ کا وہ بیان جس کے راوی خود مرتب "الرشاد" جناب مولانا مجیب اللہ ندوی ہیں، اس کا بین ثبوت ہے، موصوف نے خود راقم اور متعدد لوگوں سے بیان کیا ہے کہ :-

"ایک بار میں نے سید صاحب سے دریافت کیا کہ "علامہ شبلیؒ اور مولانا فراہیؒ میں کون بڑا تھا؟" سید صاحب نے پوچھا "کیا تم سیوطی اور سخاوی کو جانتے ہو؟" میں نے عرض کیا جی ہاں میں نے دونوں کی کتابیں پڑھی ہیں، سید صاحب نے فرمایا "اس میں ایک سیوطی تھا تو دوسرا سخاوی" سید صاحب کا مقصد تھا کہ علامہ شبلیؒ کے یہاں علامہ سیوطیؒ کی طرح وسعت اور بسط و تفصیل ہے اور مولانا فراہیؒ کے یہاں امام سخاویؒ کی طرح تعمق اور ایجاز و اختصار ہے"۔

جب مولانا فراہی کا یہ پایہ ہے تو کچھ ضروری نہیں کہ ان کی ہر تحریر محض سرسری یا جزوی مطالعہ سے لازماً سمجھ میں آجائے، بلکہ اسے سمجھنے کے لیے ٹھہر کر گہرے فکر و نظر اور تدبر و تفکر کی ضرورت ہوگی۔

۲۔ دوسری دفعہ یہ ہے کہ "مولانا فراہی علیہ الرحمہ کی تحریروں سے ذخیرۂ حدیث کے سلسلہ میں تشکیک کا ذہن پیدا ہوتا ہے"۔

اس سلسلہ میں عرض ہے کہ یہ خیال نہ صرف غلط فہمی کا نتیجہ ہے بلکہ ہمارے نزدیک مولانا علیہ الرحمہ پر ایک صریح اتہام کے مترادف ہے، اس ضمن میں اپنی طرف سے کچھ کہنے کے بجائے بہتر ہوگا کہ خود مولانا ہی کی چند ایسی تحریریں پیش کر دی جائیں جن سے یہ حقیقت اچھی طرح واضح ہو جائے کہ حدیث کے سلسلہ میں اصولی طور پر مولاناؒ کا نقطۂ نظر وہی ہے جو جمہور علمائے امت کا رہا ہے۔

اسی کتاب کے شروع میں جس کا تعارف محترم رضی الاسلام صاحب نے اپنے مضمون

میں کرایا ہے۔ مولانا کی یہ عبارت بھی ہے۔

"یہ ایک مسلمہ امر ہے جس میں کوئی مسلمان شک نہیں کرسکتا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات شریعت کے احکام کی ایک مستقل بنیاد ہیں، خواہ یہ قرآن سے مستنبط ہوں یا نہ ہوں"۔[۱]

آگے لکھتے ہیں:۔

"کتاب وسنت میں جو شریعت بیان ہوئی ہے اس سے استنباط مسائل کرنا عین خدا اور رسول کی اطاعت ہے، اس میں جو اختلاف واقع ہوا اس کے سوا چارہ نہ تھا، البتہ اس کے ختم کرنے کی امکانی کوششوں پر ہمارے لیے کوئی پابندی نہیں ہے"۔[۲]

تفسیر "نظام القرآن" کے مقدمہ میں لکھتے ہیں

فعلمت من هذا التفصيل ان اول شئ يفسر القرآن هو القرآن نفسه ثم بعد ذلك فهم النبي صلى الله عليه وسلم والذين معه ولعمرى احب التفسير عندى ما جاء من النبي صلى الله عليه وسلم واصحابه[۳]	اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ سب سے پہلے جو چیز قرآن کی تفسیر کرتی ہے وہ خود قرآن ہے، اس کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کا فہم ہے اور میری جان کی قسم میرے نزدیک سب سے محبوب تفسیر وہی ہے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب سے ثابت ہو۔

التکمیل فی اصول التاویل میں لکھتے ہیں:۔

فالسبيل السوى ان تتعلم الهدى من القرآن وتبنى عليه دينك ثم بعد ذلك تنظر فى الاحاديث فان وجدت ما كان شاردا عن القرآن حسب بادى النظر اولته الى كلام الله فان تطابقا فقرت عيناك وان عياك فتوقف فى امر الحديث واعمل بالقرآن[۴]	صحیح اور سلامتی کی راہ یہ ہے کہ اولاً قرآن مجید سے ہدایت اور رہنمائی حاصل کی جائے اور اسی پر دین کی بنیاد رکھی جائے، اس کے بعد احادیث پر غور کیا جائے، اگر کوئی حدیث بادی النظر میں قرآن مجید کے خلاف معلوم ہو تو اس کی ایسی تاویل کی جائے جو کلام الٰہی کے مطابق ہو، اگر دونوں میں تطابق ہو جائے تو اس پر خوش ہونا چاہیے، لیکن اگر تطابق مشکل ہو تو حدیث کے بارہ میں توقف کرکے قرآن پر عمل کرنا چاہیے۔

مولانا کی مذکورہ عبارتیں زیرِبحث موضوع سے متعلق بالکل واضح ہیں، کیا انھیں پڑھ کر کوئی کہہ سکتا ہے کہ ان کا لکھنے والا حدیث کے بارہ میں تشکیک زدہ ہے، یا اس کی یہ عبارتیں قارئین کو تشکیک زدہ بنا سکتی ہیں؟

یہاں یہ ملحوظ رکھنا بھی ضروری ہے کہ مولانا نے جہاں کہیں بھی حدیث پر گفتگو کی ہے اصلاً اس کا تعلق اصولِ تفسیر سے ہے اور حدیث پر گفتگو کرنے کا وہاں کوئی محل نہیں، اس لیے اس سے متعلق اس قسم کی بحث کا دروازہ کھولنا ایک بے محل بات ہے، رہیں تفسیری روایات تو ان کے بارہ میں اہلِ علم کا متفقہ فیصلہ ہے کہ ان کا رتبہ اور مقام سنن واحکام کی روایات سے بہت فروتر ہے، چنانچہ امام احمد بن حنبل کا ارشاد ہے :-

ثلاثة كتب لا اصل لها المغازي	تین طرح کی کتابوں کی کوئی اصل نہیں،
والملاحم والتفسير[۵]	مغازی، ملاحم اور تفسیر

اس لیے مولانا فراہی علیہ الرحمہ نے بھی اس سلسلہ میں جو کچھ لکھا ہے، اس میں وہی بات کہی ہے جو علمائے سلف ہمیشہ سے لکھتے اور کہتے چلے آرہے ہیں اور انھیں کے عام طریقہ کے مطابق تنقید، تاویل، ترجیح اور حسنِ ظن کا طریقہ اختیار کیا ہے، جیسا کہ "التکمیل" کی مذکورہ بالا عبارت سے بھی ظاہر ہے۔

امید ہے کہ اس تفصیل کے بعد مولانا فراہی علیہ الرحمہ کی نسبت حدیث کے تعلق سے اگر کسی کو کوئی غلط فہمی ہوگی تو دور ہو جائے گی۔ (باقی)

حواشی و مراجع

لہ مولانا فراہیؒ کی وہ کتاب جس کا تعارف "الرشاد" میں شائع ہوا ہے، اس کا ترجمہ "احکام رسول کا قرآن مجید سے استنباط" کے عنوان سے مولانا امین احسن صاحب کے زیر سرپرستی نکلنے والے رسالہ "تدبر" لاہور، میں شائع ہو چکا ہے ملاحظہ ہو "تدبر" لاہور، فروری ۱۹۸۵ء ص ۱۱ سلسلہ ع ۱۵

سے ۲ "تدبر" لاہور فروری ۱۹۸۵ء سلسلہ نمبر ۱۵ ص ۱۱

سے ۳ مولانا فراہیؒ فاتحہ تفسیر نظام القرآن ص ۷ مطبع "اصلاح" سرائے میر اعظم گڑھ ۱۳۵۷ھ

سے ۴ مولانا فراہیؒ "التکمیل فی اصول التاویل" ص ۶۶-۶۵ مطبع حمیدیہ سرائے میر اعظم گڑھ ۱۳۸۸ھ

سے ۵ عبدالرحمان السیوطی - الاتقان فی علوم القرآن - ۲/۲۲۸ مصطفیٰ البابی الحلبی مصر طبع رابع مصر ۱۹۷۸ء